اہلیت کے عوارض

چوتھی قسط

ڈاکٹر عبدالکریم زیدان : ڈاکٹر احمد حسن

ایسا شخص جو اپنے قصدوارادے سے نشہ کرتا ہے اور پھر نشے کی حالت میں طلاق دیتا ہے تو وہ طلاق اپنے قصدوارادے سے نہیں دیتا ہے۔ آخر اس کی یہ طلاق کیسے واقع ہوجائے گی؟

۳۔ اگر ہم یہ کہیں کہ ہم اس کے اقوال پر اس کا مواخذہ سزا کے طور پر کرتے ہیں تو اس کو ایسی سزا کیسے دے سکتے ہیں جس کا اثر ایک بے گناہ شخص تک پہنچتا ہے' جیسے نشہ کی حالت میں وہ اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے؟

۴۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کے ان جرائم پر اس کا مؤاخذہ کیا جائے گا جن سے دوسروں کے حقوق تلف ہوئے ہیں یا ان کا جانی یا مالی نقصان ہوا ہے تو ان کی دلیل قابل قبول ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی دوسری دلیل موجود نہیں ہے۔ یہاں نشے میں مدہوش شخص کی دو حالتیں ہیں۔ ایک جرم تو اس نے نشہ پی کر کیا' دوسرا جرم دوسروں کے مال یا جان کا نقصان کر کے کیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کی ایک حالت یعنی نشہ کرنے کا اعتبار کریں اور دوسروں پر جو اس نے ظلم وزیادتی کی ہے کہ اس کو نظر انداز کر دیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر' نشے میں مدہوش شخص کے افعال پر اس کی گرفت کی تائید سد ذرائع کے اصول سے بھی ہوتی ہے۔ یعنی ایسے ذرائع وسائل جو مفاسد تک پہنچائیں ان کو روکنا چاہیے۔ اس قاعدے کی تائید شریعت کے بہت سے اصولوں اور نصوص سے ہوتی ہے۔

اس بنا پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کی رائے قابل ترجیح ہے جو یہ کہتے کہ جس شخص نے کوئی نشہ آور چیز پی ہو جس کے استعمال کی اجازت نہ ہو تو نشے کی حالت میں اس کے تمام اقوال کا اعتبار نہ ہوگا' لیکن اس کے ان جرائم پر اس کا مکمل مواخذہ ہوگا جن سے دوسروں کا جانی ومالی نقصان ہوا ہو۔

۱۳۱۔عراق ومصر کے رائج الوقت ملکی قانون میں نشے میں مدہوش شخص کا حکم:

الف۔عراق کے عائلی قوانین میں یہ تصریح موجود ہے کہ نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (دفعہ ۳۵۔پیراگراف ا،نمبرشمار ۸۸۔۱۹۵۶)،لیکن اس میں بطریق ممنوع کی کوئی قید نہیں۔اس لیے ان الفاظ کو غیر مشروط سمجھا جائے گا۔اس طرح اس قانون کے مطابق نشے میں مدہوش شخص اگر نکاح کرے تو یہ نکاح بھی منعقد نہ ہوگا کیونکہ اہلیت نکاح کے لیے عاقل وبالغ ہونا شرط ہے (دفعہ ۷۔پیراگراف ا)۔اس سے یہ بات واضح ہے کہ جو شخص نشے میں ہو اس کا نکاح باطل ہے کیونکہ وہ اپنے ہوش وحواس میں نہیں ہوتا۔اس پر اس کے تمام قولی معاملات کو قیاس کیا جائے گا،کیونکہ ان کی صحت کے لیے قصدواختیار شرط ہے اور جو شخص نشے میں ہو اس کا اپنا قصدوارادہ نہیں ہوتا۔

مصری قانون میں یہ تصریح بھی موجود ہے کہ نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی (دفعہ ا،نمبرشمار ۱۹۲۹۔۲۵ء)اور بطریق ممنوع اور بطریق مباح کی اس میں کوئی تفریق نہیں۔اس لیے قانون کے عمومی الفاظ سے کسی بھی قسم کے نشے میں مدہوش شخص کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

ب۔مصر کے فوجداری قانون میں یہ وضاحت موجود ہے کہ ارتکاب جرم کے وقت اگر مجرم میں عقل وشعور اور اختیار مفقود ہو تو اس کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی۔یہ فقدان خواہ دیوانگی کے سبب ہو یا دماغی خلل کے سبب یا نشہ آور جڑی بوٹیاں استعمال کرنے سے آدمی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا ہو۔اس کی نوعیت کچھ بھی ہو،خواہ اس کو یہ چیزیں زبردستی استعمال کرنا پڑی ہوں یا اس کو ان کا علم ہی نہ ہو (دفعہ ۶۳ نمبرشمار ۵۸۔۱۹۳۷)۔نشے میں مدہوش شخص کو سزا دینے کے بارے میں عراق کا بھی وہی قانون ہے جو مصر کا ہے (دفعہ ۴۲)۔

ششم:اکراہ (مجبور کرنا)

۱۳۲۔تمہید

اکراہ (کسی کام پر مجبور کرنا)اکتسابی عوارض میں سے ہے۔یہ انسان کے اپنے اختیاری افعال میں سے نہیں بلکہ یہ دوسرے کا فعل ہے۔

☆ بیع بضربۃ القانص: شکار کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔(ھدایہ)

ذیل میں ہم اس کی تعریف' اس کے وقوع کی شرائط' اس کی قسمیں' اس کے اہلیت کو متاثر کرنے یا نہ کرنے اور جس شخص کو مجبور کیا جائے اس کے معاملات میں اس کا اثر یا اس کے معاملات کا حکم بیان کریں گے۔اس کے بعد عراقی قانون میں اکراہ کے بارے میں مختصر گفتگو کریں گے۔

۱۳۳۔اکراہ کی تعریف

علمائے اصول نے اکراہ کی متعدد تعریفیں کی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں۔تلویح کے مصنف نے اس کی تعریف یوں بیان کی ہے کہ کسی شخص کو ایسے کام کے لیے آمادہ کرنا جس کو کرنے پر وہ راضی نہ ہو اور اگر اس کو تنہا چھوڑ دیا جاتا تو اس کام کو وہ خود نہ کرتا۔۱

دوسرے فقہا نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے: کسی دوسرے شخص کو ڈرا دھمکا کر ایسے کام پر مجبور کرنا جس کو وہ نہ کرنا چاہتا ہو اور مجبور کرنے والا جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے یا ڈرا رہا ہے اس کو کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور دوسرا شخص اس سے خوف زدہ ہو جائے۔۲

اس تعریف میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جو اکراہ کے وقوع کے لیے ضروری ہیں۔اس لیے یہ پہلی تعریف سے زیادہ واضح ہے۔

۱۳۴۔اکراہ کے وقوع کی شرائط:۳

ا۔مجبور کرنے والا شخص جو دھمکی دے رہا ہے وہ اس کے کر گزرنے پر پوری قدرت رکھتا ہو۔اگر اس کے کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ شخص جس کو مجبور کیا جا رہا ہے اس بات کو بخوبی سمجھتا ہو کہ اس کو اس پر قدرت نہیں ہے تو اس کی یہ دھمکی لغو سمجھی جائے گی اور اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۲۔جس شخص کو مجبور کیا گیا ہے وہ اس کی دھمکی سے خائف ہو کہ اگر وہ اس کا مطالبہ پورا نہیں کرے گا تو فوری طور پر وہ کام کر گزرے گا جس کی اس نے دھمکی دی ہے اس کا اس کو پورا یقین ہو یا غالب گمان ہو اور وہ شخص اس کی اس دھمکی وخوف کے زیر اثر اس کام کو کر دے۔

۳۔جس چیز کی اس نے دھمکی دی ہے وہ ایسا ضرر ہو جس سے جان ہلاک ہونے کا امکان ہو یا کوئی عضو تلف ہونے کا یا اس سے کم ہو جیسے قید کرنا یا مارنا۔مال کے تلف کرنے کی دھمکی بھی معتبر ہے بشرطیکہ مال کی مقدار معمولی نہ ہو۔شافعی' حنبلی' جعفری اور بعض حنفی فقہا کے نزدیک اس قسم کی دھمکی بھی معتبر ہے۔ایسے شخص کو تکلیف دینے کی دھمکی جس سے اس مجبور کیے جانے والے شخص کو تشویش ہو فقہ جعفری میں معتبر

ہے۔یہ دھمکی اگر خاوند یا بیوی کے لیے دی جائے یا کسی قریبی رشتہ دار کے لیے دی جائے تو احناف کے نزدیک معتبر ہے۔اگر یہ دھمکی اولاد کے لیے ہو تو حنابلہ کے نزدیک بھی معتبر ہے۔[۴]

۱۳۵۔اکراہ کی قسمیں

احناف نے اکراہ کی دو قسمیں کی ہیں:اکراہ اضطراری یعنی اکراہ کامل اور اکراہ غیر اضطراری یا ناقص۔دوسرے فقہا نے یہ تقسیم نہیں کی بلکہ وہ قتل،مار پیٹ،قید و بند وغیرہ کو اکراہ میں شامل کرتے ہیں۔یعنی ایسی چیزیں جن سے مجبور کیے جانے والے شخص کو نقصان پہنچتا ہو۔اگر کوئی شخص باعزت اور صاحب مرتبہ ہو تو اس کے لیے معمولی مار پیٹ اور قید کو بھی وہ اکراہ میں داخل کرتے ہیں لیکن جو ایسا نہ ہو اس کے حق میں نہیں۔یہ ایک اچھی تفصیل ہے۔[۵]

الف۔اکراہ اضطراری (ملجئ)

جان کی ہلاکت یا کسی عضو کو ہلاک کرنے کی دھمکی کو اکراہ ملجئ (اضطراری) کہتے ہیں کیونکہ اعضا کی حرمت بھی جان کی حرمت کی طرح ہے۔اسی طرح اس کے تمام مال تلف کرنے کی دھمکی،یا اس شخص کے قتل کرنے کی دھمکی جس سے اس کو تشویش ہو اکراہ ملجی (اضطراری) میں شمار ہوگی۔یہ ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو اس کو اکراہ سمجھتے ہیں۔اس کو اکراہ اضطراری (اکراہ ملجئ) اس لیے کہتے ہیں کہ دھمکی دینے والا شخص دوسرے کو جان یا عضو کے ہلاک ہونے کے خوف سے کسی کام کے کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔یہ مجبوری اس کے اختیار کو فاسد کر دیتی ہے اور رضامندی کو ختم کر دیتی ہے لیکن اختیار کو ختم نہیں کرتی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اختیار ایسے کام کے قصد کو کہتے ہیں جس کا کرنا یا نہ کرنا آدمی کی قدرت میں ہو کہ ان میں سے ایک جانب کو دوسری جانب پر ترجیح دے یا دوسرے الفاظ میں اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے کا ارادہ کرنا اور یہ ترجیح اس کام کرنے والے کی قدرت میں ہو۔اکراہ سے یہ اختیار زائل نہیں ہوتا۔جس شخص کو کسی کام کے کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے وہ اس کو اپنے قصد و ارادے سے کرتا ہے،کیونکہ وہ اپنے لیے ایسی چیز کو اختیار کرتا ہے جو اس کے لیے سہل و آسان ہوتی ہے۔جب وہ اس کام کو کر دیتا ہے جس پر اس کو مجبور کیا گیا ہے تو وہ کام درحقیقت اس دھمکی کے سبب اس کی اپنی ترجیح سے ہوتا ہے۔لیکن اس کام کے کرنے والے کا ارادہ اپنا نہیں ہوتا بلکہ

اس کو آمادہ اور مجبور کرنے والے شخص کے اختیار پر مبنی ہوتا ہے۔اس لیے اس کام کرنے والے شخص کا اختیار فاسد ہوتا ہے۔

اکراہ سے رضامندی ختم ہوجاتی ہے کیونکہ رضامندی کسی فعل کو اپنی خوشی ورغبت سے کرنے کو کہتے ہیں اوراکراہ کے ساتھ یہ خوشی ورغبت نہیں پائی جاتی۔

ب۔اکراہ غیراضطراری (غیر ملجئی)

اس اکراہ میں جان یا عضو ہلاک کرنے کی دھمکی نہیں ہوتی بلکہ شدید مار پیٹ یا قید کرنے کی دھمکی ہوتی ہے۔اس سے نہ اختیار فاسد ہوتا ہے اور نہ رضامندی ختم ہوتی ہے۔اختیار اس لیے فاسد نہیں ہوتا کہ جس کام کے کرنے پر اس کو مجبور کیا جارہا ہے وہ اضطراری نہیں ہے اور جس چیز کی اسے دھمکی دی گئی ہے وہ اس پر صبر کرنے کی قدرت رکھتا ہے لیکن پہلی صورت میں یہ نہیں ہے۔

۱۳۶۔کیا اکراہ اہلیت کے منافی ہے؟

اکراہ خواہ اضطراری ہو یا غیراضطراری' دونوں صورتوں میں اہلیت کے منافی نہیں ہے اور جس شخص کو مجبور کیا جائے اس سے شارع کا خطاب ساقط نہیں ہوتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اہلیت ذمہ داری' عقل اور بلوغ سے ثابت ہوتی ہے اور اکراہ سے ان میں سے کسی چیز میں خلل نہیں پڑتا۔شارع کا خطاب مجبور کیے جانے والے شخص سے اس لیے ساقط نہیں ہوتا کہ جس کام کے لیے اس کو مجبور کیا جارہا ہے وہ یا حرام ہوتا ہے کہ اس کے ارتکاب سے وہ گناہ گار ہوگا' جیسے قتل اور زنا' یا اس پر فرض ہوتا ہے کہ اگر اس کو نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا' جیسے شراب پینا اور مردار کھانا' یا رخصت ہوتا ہے کہ اگر اس کو کرے تو گناہ گار نہ ہوگا اور اگر صبر کرے اور اس فعل کو نہ کرے تو اس کو آخرت میں اجر ملے گا' جیسے کلمہ کفر کہنا' یا دوسرے کا مال تلف کرنا یہ تمام چیزیں یعنی حرمت' فرض اور رخصت اس مجبور کیے جانے والے شخص کے حق میں شارع کے خطاب کی علامت ہیں اور اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ وہ شخص مخاطب ہے' کیونکہ خطاب تکلیف کے بغیر تو یہ چیزیں موجود نہیں ہوسکتیں۔٦

۱۳۷۔جس شخص کو مجبور کیا جائے اس کے معاملات (تصرفات) میں اکراہ کا اثر

مجبور کیے جانے والے شخص کے معاملات میں اکراہ کا اثر یعنی حکم بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم وہ قاعدہ بیان کردیں جس پر اس کے معاملات کے احکام مبنی ہیں' خواہ یہ معاملات قولی ہوں یا فعلی۔

☆ خیار رویت: بغیر دیکھے کوئی چیز کر دیکھنے کے وقت واپس کرنے کا اختیار رکھنا ☆

احناف کے نزدیک قاعدہ: مجبور کیے جانے والے شخص کے معاملات کو باطل اور کالعدم کرنے میں اکراہ کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا خواہ یہ معاملات قولی ہوں یا فعلی۔ان کا اثر ان معاملات کی نسبت اس مجبور کرنے والے یا اکسانے والے شخص کی طرف تبدیلی کرنے میں ہوتا ہے اگر اس کی طرف نسبت ناممکن ہو تو اس حالت میں ان معاملات کا حکم اسی کے حق میں ثابت ہوگا۔اگر ان معاملات کی نسبت اس مجبور کرنے والے شخص کی طرف ناممکن نہ ہو تو وہ معاملات اسی کرنے والے شخص کی طرف منسوب سمجھے جائیں گے اور یہ حکم بھی اسی کے حق میں ثابت ہوگا۔اس مجبور کرنے یا اکسانے والے شخص کی طرف نسبت اس وقت ممکن ہوگی جب اس بات کا اعتبار ممکن ہو کہ ان معاملات کا کرنے والا شخص (یعنی مجبور کیے جانے والا شخص) اس بات کو مجبور کرنے یا اکسانے والے شخص کا آلہ کار تھا۔

اس اصول کی بنیاد پر اس مجبور کیے جانے والے شخص کے معاملات دو حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں: وہ معاملات جن کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف کرنا ممکن ہو اس طرح کہ مجبور کیے جانے والا شخص اس کا آلہ بنایا جاسکے۔دوسرے معاملات جن کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف ممکن نہ ہو۔اس صورت میں ان معاملات کی نسبت اس فاعل کی طرف ہی باقی رہے گی اور ان کا حکم صرف اسی تک محدود رہے گا۔

دوسرے فقہا (شافعیہ وغیرہ) کے نزدیک قاعدہ: اگر اکراہ کسی کے حق کے سلسلے میں ہو جیسے کوئی قرض خواہ کسی قرض دار کو اس کا مال بیچنے پر مجبور کرے تاکہ وہ اس کا قرض ادا کردے تو اس صورت میں اکراہ کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور اس مجبور کرنے والے شخص کا معاملہ صحیح اور نافذ سمجھا جائے گا۔اگر اکراہ بغیر کسی حق کے ہو تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ اکراہ اگر کسی ایسے فعل کے بارے میں ہو جس کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں ہوتی جیسے کسی کو قتل کرنے پر مجبور کرنا تو اس صورت میں اس فعل کا حکم خود اس کرنے والے شخص یعنی جس کو مجبور کیا گیا ہے کے حق میں ثابت ہوگا اور اس کو مجرم سمجھا جائے گا۔اگر اکراہ کسی ایسے فعل کے بارے میں ہو جس کی اجازت ہو سکتی ہے تو اس فعل کا ارتکاب کرنے والے شخص سے اس کا حکم ساقط ہو جائے گا اور مجبور کرنے والے یا اکسانے والے شخص کے حق میں ثابت ہوگا بشرطیکہ اس کی طرف اس فعل کی نسبت کرنا ممکن ہو جیسے کسی دوسرے شخص کا مال تلف کرنے پر مجبور کرنا۔اگر مجبور کرنے والے شخص کی طرف اس کی نسبت کرنا ممکن نہ ہو جیسے قولی

☆ شیخین: فقہ میں شیخین سے مراد امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف ہیں (رحمہا اللہ تعالیٰ) ☆

معاملات تو حکم ساقط ہو جائے گا اور اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا اور یہ حکم نہ مجبور کرنے والے شخص کے حق میں ثابت ہوگا اور نہ اس شخص کے حق میں جس کو مجبور کیا گیا تھا۔ ے

۱۳۸۔احناف اور بعض دیگر فقہا کے نزدیک اس قاعدے کے بیان کرنے کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ جس چیز پر انسان کو مجبور کیا جاتا ہے وہ قولی معاملہ ہوتا ہے یا فعلی' لیکن سابقہ قاعدے کی روشنی میں ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حکم ہے۔اس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

الف۔قولی معاملات

جس چیز پر کسی کو مجبور کیا جائے اور وہ اقرار ہو تو اس حکم کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اقرار کا اعتبار اس کے سچائی کے پہلو (جانب صدق) کو ترجیح دینے کی بنا پر ہوتا ہے۔اکراہ کی صورت میں اس کے جھوٹ کے پہلو (جانب کذب) کو ترجیح دی جائے گی۔اس لیے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر یہ معاملہ ان قولی معاملات سے تعلق رکھتا ہے جن میں فسخ کا احتمال نہیں ہوتا اور وہ ہزل یعنی ہنسی مذاق سے باطل نہیں سمجھے جاتے' جیسے نکاح' طلاق' رجعت' تو اس میں حکم ثابت ہوگا اور وہ صحیح اور نافذ سمجھا جائے گا اور اکراہ کا اس میں کوئی اثر نہیں ہوگا۔یہ احناف کی رائے ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں اپنے اختیار سے کسی فعل کے محض ارتکاب سے ان پر اثر مرتب ہوتا ہے کیونکہ شارع نے اس بات کے محض منہ سے نکالنے یا محض کہنے اور بولنے کو اس کی حقیقت کے ارادے اور حکم کے قائم مقام سمجھا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان معاملات میں ہزل یعنی ہنسی مذاق سے کہنے والے شخص کے قول کا بھی اعتبار ہوتا ہے حالانکہ نہ وہ اس کے حکم کا قصد کرتا ہے اور نہ اس کی حقیقت کا ارادہ۔اس لیے جس شخص کو ان معاملات میں سے کسی پر مجبور کیا جائے گا اس کے بارے میں بدرجہ اولی یہی حکم ہونا چاہیے کیونکہ اس نے تو اس کے وقوع کا قصد کیا تھا اور اس کے حکم کو اپنے ارادے سے اختیار کیا تھا اگرچہ اضطراری اکراہ کی صورت میں اس کا اختیار فاسد ہوگا۔

اگر قولی معاملات انشائی ہوں یعنی ان کے فسخ کا احتمال ہو اور ہزل کے ساتھ وہ درست نہ سمجھے جاتے ہوں' جیسے خرید وفروخت کا معاملہ تو اس میں اکراہ کا معاملہ فساد کی صورت میں ظاہر ہوگا' یعنی یہ معاملہ فاسد سمجھا جائے گا نہ کہ باطل۔یہ احناف کی رائے ہے۔ان کی دلیل یہ ہے کہ اکراہ رضامندی کو معدوم کرتا ہے' اختیار کو نہیں' اور رضامندی معاملے کی صحت کے لیے شرط ہے' انعقاد کے لیے

☆ صاحبین: فقہ میں صاحبین سے مراد امام ابو یوسف وامام محمد ہیں۔(رحمہا اللہ تعالی) ☆

نہیں۔اس لیے اس قسم کے معاملات اکراہ کے ساتھ بھی منعقد تو ہوجائیں گے،لیکن فاسد ہوں گے اوران قولی معاملات کے احکام اس ارتکاب کرنے والے شخص کے حق میں اسی طرح ثابت ہوں گے،جیسے ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اور مجبور کرنے والے شخص کے حق میں نہیں ہوں گے اس لیے کہ مجبور کرنے والے شخص کی طرف ان کی نسبت کرنا ناممکن ہے کیونکہ انسان دوسرے کی زبان سے بات نہیں کرسکتا۔اس لیے اس مجبور کرنے والے شخص کو مجبور کرنے والے کا آلہ بنانا ممکن نہیں۔لہٰذا اس قول کی نسبت اس لیے اس کی طرف نہیں کی جاسکتی اور حکم اس کے حق میں ثابت نہیں ہوگا۔

شافعی،جعفری اور حنبلی فقہاوغیرہ کے نزدیک مجبور کیے جانے والے شخص کے قول پر کوئی حکم مرتب نہیں ہوگا،بلکہ اس کے اقوال بے اثر سمجھے جائیں گے۔اس لیے اس کی دی ہوئی نہ طلاق واقع ہوگی اور نہ اس کا کیا ہوا خرید وفروخت کا کوئی معاملہ درست ہوگا،بلکہ قولی معاملات صحیح سمجھے جائیں گے۔اس نظریے کی تائید میں ان کے متعدد دلائل ہیں:۸۔

۱۔اگر کسی شخص کو کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے اور وہ کلمہ کفر کہہ دے تو اللہ تعالی نے اس سے کفر کا حکم ساقط کردیا ہے۔قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:{الامن اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان} (النحل۱۶:۱۰۶)(مگر یہ کہ اس پر جبر کیا جائے (اوروہ مجبور محض زبان سے کلمہ کفر کہہ دے)بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر قائم ہو)۔کفر کے احکام خرید وفروخت جیسے معاملات کے احکام کے مقابلے میں زیادہ سنگین ہیں کیونکہ کلمہ کفر کہنے کی صورت میں بیوی سے علیحدگی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ارتداد کے سبب قتل کی سزا بھی دی جاتی ہے اور اس کا مال بھی لے لیا جاتا ہے۔اس لیے جب بڑی چیز ساقط ہوگئی تو چھوٹی خود بخود ساقط ہوجائے گی۔

۲۔حدیث میں ہے کہ جس شخص کو کسی کام پر مجبور کیا جائے تو اس کا حکم ساقط ہوجاتا ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالی نے میری امت سے خطا،بھول چوک اور کسی کے مجبور کرکے کیے جانے کا حکم ساقط کردیا ہے۔''دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:لاطلاق فی اغلاق (اغلاق کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی)اور اغلاق سے مراد اکراہ لیا گیا ہے۔حضرت علیؓ کا ایک قول ہے کہ ''جس شخص کو مجبور کرکے طلاق دلوائی جائے اس طلاق کا کوئی اعتبار نہیں۔''ایسے ہی اقوال دیگر صحابہؓ سے بھی منقول ہیں۔

۳۔کسی معاملے کے جائز ہونے کے لیے اس چیز کا قصدوارادہ وہ شرط ہے جس کے لیے وہ معاملہ

☆طرفین:فقہ میں طرفین سے مراد امام ابوحنیفہ وامام محمد ہیں۔(رحمہا اللہ تعالی)☆

کیا جا رہا ہو۔اس لیے بچے اور دیوانے کا معاملہ درست نہیں سمجھا جاتا۔اکراہ سے یہ شرط فوت ہو جاتی ہے کیونکہ مجبور کیے جانے والا شخص جس چیز کا معاملہ کرتا ہے اس کا قصد نہیں کرتا' بلکہ وہ تلوار یا ایسی ہی دوسری چیزوں کے نقصان سے اپنے آپ کو بچانے کا ارادہ کرتا ہے۔

۴۔جس شخص کو مجبور کیا جاتا ہے وہ اپنے منہ سے جو بات نکالتا ہے اس کا مقصد اس سے محض جان بچانا ہوتا ہے۔نہ اس کی حقیقت کا وہ ارادہ کرتا ہے اور نہ اس کے حکم کا قصد۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس کے قول کا کوئی اثر مرتب نہ ہو بلکہ اس کو لغو سمجھا جائے'جیسے دیوانے'سوئے ہوئے شخص اور بلا قصد کہنے والے کی بات کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔حنفی فقہا ان دلائل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اعتقادات میں اکراہ کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔اس لیے اگر کوئی شخص مجبوری کی صورت میں کلمہ کفر کہہ دے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

رہی وہ حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میری امت سے خطا' بھول چوک اور جس چیز پر مجبور کیا جائے اس کا حکم ساقط کر دیا گیا ہے'' تو اس سے مراد کفر پر مجبور کرنا ہے۔کیونکہ لوگ اس وقت نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اس وقت کفر پر مجبور کرنا ظاہر تھا۔اگر اس حدیث سے مراد کفر کے علاوہ دوسرے معاملات میں مجبور کرنا ہے تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ انسان کو کسی قولی معاملے پر بھی مجبور کیا جا سکتا ہے' کیونکہ اکراہ قولی معاملات پر اثر انداز نہیں ہوتا جیسے عقائد میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا' اس لیے کہ کوئی شخص بھی بولنے کے لیے دوسرے کی زبان استعمال نہیں کر سکتا۔بات کرنے والا جو بات کرتا ہے تو وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے۔اس لیے حقیقت میں اس کو بات کے کہنے پر مجبور نہیں کیا جاتا۔لہٰذا حدیث میں قولی معاملات داخل نہیں ہیں۔

شافعیہ کی دوسری دلیل کہ جس چیز کے لیے معاملہ کیا جائے اس کا قصد اور ارادہ معاملے کے جواز کے لیے شرط ہے اس بات کو بھی حنفیہ تسلیم نہیں کرتے۔وہ کہتے ہیں کہ مخالفین یہ نہیں دیکھتے کہ ہزل یعنی ہنسی مذاق میں دی ہوئی طلاق واقع ہو جاتی ہے'حالانکہ دینے والے کا کوئی ارادہ نہیں ہوتا۔اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ معاملے کی جس شرط کا انہوں نے ذکر کیا ہے وہ یہاں موجود ہے کیونکہ جس شخص کو مجبور کیا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو ہلاکت سے بچانے کا قصد کرتا ہے۔یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ اس چیز کا قصد نہ کرے جس کے لیے معاملہ وضع کیا گیا ہے'یعنی طلاق۔اس لحاظ سے وہ اس معاملے کا قصد ضرورت کی بنا پر کرتا ہے۔رہے

صحابہؓ کے وہ آثار جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اکراہ کی صورت میں طلاق واقع نہیں ہوتی تو یہ ان آثار سے متصادم ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ اکراہ کی حالت میں طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ان کے پیش کیے ہوئے آثار ہمارے پیش کردہ آثار کے مقابلے میں فوقیت نہیں رکھتے۔

۱۳۹۔قول راجح

ہمارے نزدیک جمہور کی رائے قابل ترجیح ہے۔یعنی اکراہ کی صورت میں قولی معاملات منعقد نہیں ہوتے'خواہ ان میں فسخ کا احتمال نہ ہو جیسے طلاق ونکاح' یا ان میں فسخ کا احتمال ہو'جیسے خرید وفروخت اور کرایہ وغیرہ ۔یہ تمام معاملات اکراہ کی حالت میں باطل سمجھے جائیں گے۔حنفیہ نے جو اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے وہ دوسروں کے لیے حجت نہیں ہے' کیونکہ جو بھی انہوں نے اس کی تائید میں دلائل پیش کیے ہیں ان پر تنقید اور جرح ہوسکتی ہے۔ان کے دلائل پر تنقید کے متعلق ہم مختصراً یہاں چند باتیں ذکر کریں گے۔وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ ہزل کی صورت میں نکاح وطلاق دونوں منعقد ہوجاتے ہیں لیکن یہاں ان کی یہ دلیل مفید مطلب نہیں ہوسکتی'اس لیے کہ اکراہ اور ہزل کے درمیان فرق ہے۔ ہزل کرنے والا شخص اس کام کو اپنے اختیار سے کرتا ہے۔اس کی حقیقت کو جانتا ہے اور اس کے نتائج کا بھی اس کو علم ہوتا ہے'لیکن جس شخص کو مجبور کیا جاتا ہے وہ اس فعل کو مجبوری کی حالت میں کرتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اپنے آپ کو اس تکلیف واذیت سے بچانا ہوتا ہے۔اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص دوسرے کا قول نقل کردے'یعنی دوسرے کی بات اپنی زبان سے کہہ دے۔یہ کہاں اور وہ کہاں یہ دونوں حکم میں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟

دوسرے یہ کہ حدیث میں صراحت سے بات کہی گئی ہے کہ ہزل کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔اس بارے میں صاف نص موجود ہے جبکہ اکراہ کی صورت میں طلاق واقع ہونے کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں۔خرید وفروخت کے معاملے کے جواز کے لیے فریقین کی رضامندی شرط ہے۔اگر نکاح کو اس معاملے پر قیاس کریں تو نکاح کے انعقاد کے لیے فریقین کی رضامندی بدرجہ اولی شرط ہونی چاہیے کیونکہ شرم گاہوں کا معاملہ مال کے معاملے سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔اللہ تعالی نے دوسرے کا مال اس کی رضامندی کے بغیر لینا حرام کیا ہے۔اس لیے شرم گاہوں میں تصرف شرعی رضامندی کے بغیر بدرجہ اولی حرام ہونا چاہیے۔اس لیے ولی کو عورت کا نکاح بغیر اس کی رضامندی

کے کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ۹۔ ان کا یہ دعویٰ کہ اکراہ قولی معاملات میں یا اقوال میں کوئی عمل نہیں کرتا قابل قبول نہیں کیونکہ نص قرآنی کی رو سے بحالت مجبوری کلمہ کفر کہنے پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اقوال میں اکراہ کا اعتبار ہوتا ہے۔

ب۔ فعلی معاملات

جس چیز پر انسان کو مجبور کیا جائے اس کی دوسری قسم ہے۔ اس سے پہلے ہم اس کی پہلی قسم یعنی قولی معاملات پر گفتگو کر چکے ہیں۔ اس سب بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اکراہ غیر اضطراری ہو اور جس شخص کو کسی فعل پر مجبور کیا جائے اور وہ اس کو کر گزرے تو اس فعل کے ارتکاب کی پوری ذمہ داری اسی کی ہوگی اور اس کا اثر بھی پورا مرتب ہوگا اور اگر اکراہ اضطراری ہو تو افعال اس کی نسبت سے تین قسم کے ہوں گے:

پہلی قسم:

وہ افعال جن کو ضرورت کے وقت شارع نے جائز قرار دیا ہے' جیسے شراب پینا' مردار اور خنزیر کھانا۔ اگر کسی شخص کو ان افعال پر مجبور کیا جائے تو اس کے لیے ان کا ارتکاب جائز بلکہ واجب ہے۔ اگر وہ ان کو نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اجازت دی ہے۔ جان بچانے کے لیے کسی مباح کام کو کرنا واجب ہو جاتا ہے اس لیے ان کا چھوڑنا جائز نہیں۔

دوسری قسم:

یہ وہ افعال ہیں جن کو ضرورت کے وقت کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ ان افعال کے ارتکاب پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اگر وہ ان سے باز رہے اور اس سبب سے اس کو تکلیف پہنچائی جائے تو اس پر اس کو اجر ملے گا۔ کلمہ کفر کہنا جب ایمان پر دل مطمئن ہو اسی قسم میں شامل ہے۔ اس کی دوسری مثال کسی شخص کا مال تلف کرنا ہے۔ اس صورت میں مجبور کرنے والا شخص اس کا ذمہ دار ہوگا' مال تلف کرنے والا نہیں۔ اس لیے کہ تلف کرنے والے شخص کا یہ فعل اس مجبور کرنے والے شخص کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے اس طرح کہ تلف کرنے والے شخص کو مجبور کرنے والے شخص کا آلہ کار قرار دیا جائے۔ اس لحاظ سے اب حکم اس کے حق میں ثابت ہوگا۔ یہ حنفیہ' شافعیہ وغیرہ کا قول ہے۔

تیسری قسم:

یہ وہ افعال ہیں جن کے ارتکاب کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں' جیسے کسی شخص کو قتل کرنا۔ اس

کا سبب یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے دوسرے کی جان کی حفاظت کی بھی ایسی ہی ذمہ داری لی ہے جیسے اس قاتل کی جان کی۔ اس لیے کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ دوسرے شخص کو نقصان پہنچا کر وہ خود نقصان سے بچ جائے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔ رہا قصاص تو وہ مجبور کرنے والے شخص کے حق میں ثابت ہوگا اور اسی سے لیا جائے گا۔ قتل کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف کرنا اس طرح ممکن ہے کہ اس قاتل کو اس کا آلہ کار قرار دیا جائے۔ اس لیے قصاص قتل کرنے والے پر ہوگا نہ کہ آلہ قتل پر۔ یہ احناف کی رائے ہے اور اکراہ کے باب میں ان کے خاص اصولوں پر مبنی ہے۔

شافعی اور دوسرے فقہا کے نزدیک قصاص اس قاتل ہی سے لیا جائے گا' نہ کہ مجبور کیے جانے والے شخص سے کیونکہ اس شخص نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جو اکراہ کی حالت میں بھی جائز نہیں تھا۔ اس لیے حکم اسی کے حق میں ثابت ہوگا اور مجبور کرنے والے شخص کو بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ بالواسطہ وہ اس کے قتل کا سبب بنا تھا۔ قتل کی طرح زنا کا بھی یہی حکم ہے۔ اس صورت میں حکم زنا کرنے والے شخص کے حق میں ثابت ہوگا' اس پر تمام فقہا کا اتفاق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا کا فعل مجبور کرنے والے شخص کی طرف منسوب کرنا ممکن نہیں کیونکہ انسان دوسرے کے آلے سے زنا نہیں کرتا۔ تاہم احناف کی رائے یہ ہے کہ اس سے زنا کی سزا شبہہ کے سبب ساقط ہو جائے گی۔ شافعی فقہا کی رائے یہ ہے کہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔ یہ ان کے اس اصول کی بنا پر ہے کہ اس شخص نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا ہے جو اکراہ کی صورت میں بھی جائز نہیں تھا۔ اس لیے حکم زانی کے حق میں ہی ثابت ہوگا اور مجبور کرنے والے شخص کی طرف اس کی نسبت کرنا ممکن نہیں۔

• ۱۴۰۔ عراقی قانون میں اکراہ

الف۔ دیوانی قانون میں

عراقی قانون میں اکراہ کی تعریف یہ ہے: 'کسی شخص کو ناحق اس کی رضامندی کے بغیر کوئی کام کرنے پر مجبور کرنا' (دفعہ ۱۱۲۔ پہلا پیراگراف)۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں۔ اضطراری وغیر اضطراری۔

پہلی قسم میں کسی سنگین خطرے کی دھمکی دے کر مجبور کرنا' جیسے جان سے مارنا یا کثیر مقدار میں مال تلف کرنا شامل ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اس سے ہلکی دھمکی دینا' جیسے قید کرنا' مارنا' لوگوں کے حالات کے مطابق اس کی سنگینی کی نوعیت ہوگی۔ خاوند' بیوی یا کسی قریب ترین عزیز کو نقصان پہنچانے کی دھمکی کو اضطراری

یا غیر اضطراری اکراہ حسب حال قرار دیا گیا ہے' (دفعہ ۱۱۲۔ پہلا اور دوسرا پیراگراف)۔ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی کو مارنے یا گھر والوں سے نہ ملنے دینے کی دھمکی دے اور اس میں اس کا فائدہ یا مصلحت ہو تو اس کو بھی اکراہ سمجھا گیا ہے۔ یہ بعض فقہا کی رائے کے ساتھ متفق ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی خاوند اپنی بیوی کو حاکم کی طرح ایسے کام کرنے کا حکم دے جنہیں وہ ناپسند کرتی ہو لیکن وہ یہ بھی سمجھتی ہو کہ اگر اس کام کو نہیں کرے گی تو خاوند اس کو سخت تکلیف دے گا تو اس کو اس طرح مجبور کرنا اکراہ کی تعریف میں آتا ہے۔ اکراہ کے لیے قانون میں وہی شرطیں لگائی گئی ہیں جو فقہا نے لگائی ہیں' (دفعہ ۱۱۳)۔

اکراہ کا اثر:

عقود یعنی قولی معاملات میں قانون میں یہ تصریح موجود ہے کہ مجبور کیے جانے والے شخص کے قولی معاملات (عقود) موقوف ہوں گے۔ خواہ اکراہ اضطراری ہو یا غیر اضطراری' (دفعہ ۱۱۵)۔ رہے ایسے افعال جو فوجداری یا دیوانی قوانین کے دائرے میں آتے ہیں' جیسے مال تلف کرنا یا کسی کو ہلاک کرنا تو قانون میں یہ تصریح موجود ہے کہ اس فعل کی نسبت اس مجبور کیے جانے والے شخص کی طرف ہوگی' اور اس کا حکم اسی کے حق میں ثابت ہوگا۔ مجبور کرنے والے شخص کی طرف اس کی نسبت نہیں ہوگی۔ البتہ اگر اکراہ اضطراری ہو تو اس کی نسبت مجبور کرنے والے شخص کی طرف ہوگی' (دفعہ ۲۱۵)۔

خلاصہ یہ ہے کہ عراقی دیوانی قانون اکراہ سے متعلق احکام کے باب میں فقہا کے اقوال سے باہر نہیں لیکن کسی معین فقہی مسلک کے ساتھ مقید بھی نہیں۔

ب۔ شخصی قوانین میں اکراہ کے احکام

عراقی شخصی قانون میں یہ تصریح موجود ہے کہ اگر کسی شخص کو مجبور کر کے طلاق دلوائی جائے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی' (دفعہ ۳۵۔ نمبر شمار ۱۱۸۔ ۱۹۵۹ء)۔ یہ قانون جمہور کی رائے کے ساتھ متفق ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

ج۔ عراقی قانون تعزیرات میں اکراہ کے احکام

دفعہ ۶۳ میں قانون میں یہ تصریح موجود ہے کہ ایسے شخص کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی جو کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس کے ارتکاب پر وہ ضرورت کی بنا پر مجبور ہو' کہ اس کو اپنی جان بچانا ہو یا کسی

دوسرے شخص کوکسی جسمانی سنگین خطرے سے بچاناہوجس میں وہ مبتلا ہونے والا ہو،یا کسی دوسرے خطرے میں پڑنے والا ہواوراس کے وقوع میں اس کے ارادے کوکوئی دخل نہ ہواورنہ کسی دوسرے طریقے سے اس کوروکنااس کی قدرت میں ہو۔

اس دفعہ میں ضرورت کی قید(شرط)موجود ہے اوراس کے سبب اس سے سزااس وقت اٹھائی جائے گی جب یہ تمام شرطیں پوری ہوں۔دوسرے یہ کہ ضرورت میں اکراہ بھی داخل ہے کیونکہ اکراہ ضرورت کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔اس دفعہ کااطلاق اس صورت میں ہے جب اکراہ ایسی دھمکی کے ساتھ ہوجس سے اس مجبور کیے جانے والے شخص یاغیر کے جسم کوکوئی سنگین خطرہ لاحق ہو۔مال کوسنگین نقصان پہنچانے کی دھمکی کی صورت میں اس اکراہ کااطلاق نہیں ہوگا۔

حواشی

۱۔التلویح ۲:۱۹۶،عربی کے الفاظ یہ ہیں:الاکراہ حمل الغیر علی ان یفعل مالا یرضاہ ولا یختار مباشرتہ لوخلی ونفسہ

۲۔کشف الاسرار ۴:۱۵۰۳

۳۔ایضاص ۱۵۰۲،المغنی ۷:۱۲۰،شیرازی،المھذب ۲:۸۳

۴۔ابن نجیم ،البحرالرائق ۸:۸۲،ابن عابدین ،ردالحتار۵:۱۱۰،الاقناع ۴:۴،الحجاوی ،منھاج الصالحین ۲:۱۴،المغنی ۷:۱۲۰،المھذب ۲:۸۳

۵۔المغنی ۷:۱۲۰،المھذب ۲:۸۳

۶۔فواتح الرحموت ۱:۱۴۴،کشف الاسرار ۴:۱۵۰۳۔۱۵۰۴

۷۔فواتح الرحموت ۱:۱۴۷۔۱۴۸،التلویح ۲:۱۹۶

۸۔الام ۳:۲۰،اعلام الموقعین ۳:۱۰۸،۴:۲۳۔۴۴،ابن قیم،زادالمعاد ۲:۲۰۰،المغنی ۷:۱۱۸،المھذب ۲:۸۳،الخلاف ۲:۴۵۳،منھاج الصالحین ۲:۱۸۲۔۱۲۲

۹۔ابن تیمیہ،نظریۃ العقد،ص ۱۵۵

☆خاص وہ لفظ ہے جو کسی معلوم معنی یا معلوم مسمی کے لئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو☆